اقوامِ عالَم کو ایک مرکزِ توحید پر جمع کر کے بین الاقوامی وحدت قائم کرنے کا وعدہ الٰہی

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹؍ مئی ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ روحانی اور جسمانی پاکیزگی کا حصول اور مرکز میں بار بار آنا بھی بیت اللہ کی اغراض میں شامل ہے۔

☆ گزشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مختلف دعوت ہائے فیصلہ مَیں نے بھی دنیا کے سامنے رکھی تھیں۔

☆ جو وعدے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے ان کے پورا ہونے کا وقت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے۔

☆ قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ بین الاقوامی معاہدات میں کسی قوم کو کسی دوسری قوم پر ترجیح نہ دو۔

☆ قرآن کریم کی شریعت بین الاقوامی امن کی ضمانت دیتی ہے۔

تشہد،تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے آیت وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (سورۃ البقرۃ:۱۲۶) تلاوت فرمائی۔اور پھر فرمایا۔

ان تئیس مقاصد میں سے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی ان آیات میں کیا ہے جن کا ایک ٹکڑا اس وقت بھی میں نے تلاوت کیا ہے سات کے متعلق میں اس سے قبل اپنے خطبات میں بیان کر چکا ہوں اور بتا چکا ہوں کہ وہ مقاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کس طرح حاصل ہوئے۔

آٹھواں مقصد جس کا ذکر یہاں ہے مَثَابَةً کے لفظ میں بیان ہوا ہے۔میں نے بتایا تھا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی یہ آٹھویں غرض ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں ایک ایسا رسول مبعوث ہوگا جو تمام اقوامِ عالم کو اُمَّةً وَّاحِدَةً بنادے گا اور ایک ایسی شریعت نازل ہوگی جس کے ذریعہ سے تمام منتشر اور پراگندہ اقوام کو ایک مرکزِ توحید اور مرکزِ پاکیزگی پر لا جمع کیا جائے گا۔

یہ مقصد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ہی حاصل ہوا۔مَثَابَةً کے لغوی معنی ایک تو یہ ہیں۔ مُجْتَمَعُ النَّاسِ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ (القاموس المحیط) انتشار اور تفرقہ کے پیدا ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ جس جگہ وہ اکٹھے ہوں اسے مَثَابَةً کہتے ہیں۔

اور ایک دوسرے معنی اس کے یہ ہیں۔مَكَانًا يُكْتَبُ فِيْهِ الثَّوَابُ وہ جگہ جہاں لوگوں کے لئے ثواب اور بدلہ اور جزا کے احکام جاری ہوتے اور لکھے جاتے ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم اس بیت اللہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد ایک ایسا مرکزی نقطہ بنانے والے ہیں کہ جہاں دنیا کی تمام منتشر اور پراگندہ اقوام پھر سے جمع ہوں گی اور ان کے لئے کوئی اور جگہ باقی نہ رہے گی جہاں سے انہیں اپنے ربّ کے ثواب کے حصول کے لئے امید اور توقع ہو۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث

فرمایا اور اسلامی شریعت کو نازل کیا اور جس طرح ابتدا میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ایک ہی نبی تھا اور ایک ہی قوم تھی اور ایک ہی شریعت تھی، ابھی انسان دنیا میں نہیں پھیلا تھا اور قوم قوم میں تقسیم نہیں ہوا تھا تو ابتدا میں خانہ کعبہ ہی انسانیت کا مرکز تھا روحانی طور پر۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام کی نسل دنیا میں پھیلنی شروع ہوئی اور دور دراز کے علاقوں میں آباد ہوگئی۔ آپس کے تعلقات قائم نہ رہے ان کی روحانی ترقی اور نشو ونما کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں علیحدہ علیحدہ نبی اور رسول بھیجنے شروع کئے اور اس طرح روحانی طور پر وہ ایک قوم نہ رہے بلکہ منتشر ہوگئے اور تفرقہ پڑ گیا اور نسل آدم قوم قوم میں بٹ گئی۔

تو جس طرح ابتدا میں خانہ کعبہ انسانیت کا مرکز تھا۔ آخری اور اکمل دور میں بھی خدا کا یہ گھر وحدتِ انسانی کا مرکز بننا مقصود تھا اور انبیاء کے سردار محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے لئے بیت اللہ کو منتخب کیا گیا تا وحدت انسانی کا نبی اور وحدت انسانی کا قبلہ دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے میں اس وقت حضور کے دو اقتباسات جو اس مضمون سے تعلق رکھتے ہیں اپنے دوستوں کو سناتا ہوں حضور فرماتے ہیں۔

”ابتدائے زمانہ میں انسان تھوڑے تھے اور اس تعداد سے بھی کم تر تھے جو ان کو ایک قوم کہا جائے۔ اس لئے ان کے لئے صرف ایک کتاب کافی تھی۔ پھر بعد اس کے جب دنیا میں انسان پھیل گئے اور ہر ایک حصہ زمین کے باشندوں کا ایک قوم بن گئی اور بباعث دور دراز مسافتوں کے ایک قوم دوسری قوم کے حالات سے بالکل بے خبر ہوگئی ایسے زمانوں میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا رسول اور الہامی کتابیں دی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر جب نوع انسان نے دنیا کی آبادی میں ترقی کی اور ملاقات کے لئے راہ کھل گئی اور ایک ملک کے لوگوں کو دوسرے ملک کے لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنے کے لئے سامان میسر آ گئے اور اس بات کا علم ہوگیا کہ فلاں فلاں حصہ زمین پر نوع انسان رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان سب کو پھر دوبارہ ایک قوم کی طرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر ان کو جمع کیا جاوے تب خدا تعالیٰ نے تمام ملکوں کے لئے ایک کتاب بھیجی اور اس کتاب میں حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ میں یہ کتاب مختلف ممالک میں پہنچے

ان کا فرض ہوگا کہ ان کو قبول کرلیں اوراس پر ایمان لاویں اوروہ کتاب قرآن شریف ہے جو تمام ملکوں کا باہمی رشتہ قائم کرنے کے لئے آئی ہے۔قرآن سے پہلی سب کتابیں مختص القوم کہلاتی تھیں یعنی صرف ایک قوم کے لئے ہی آتی تھیں......مگرسب کے بعد قرآن شریف آیا جوایک عالمگیر کتاب ہے اورکسی خاص قوم کے لئےنہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے ایسا ہی قرآن شریف ایک ایسی اُمت کے لئے آیا جوآہستہ آہستہ ایک ہی قوم بننا چاہتی تھی۔سواب زمانہ کے لئے ایسے سامان میسر آ گئے ہیں جومختلف قوموں کو وحدت کا رنگ بخشتے جاتے ہیں۔ باہمی ملاقات جو اصل جڑ ایک قوم بننے کی ہے ایسی سہل ہوگئی ہے کہ برسوں کی راہ چند دنوں میں طے ہوسکتی ہےاور پیغام رسانی کے لئے وہ سبیلیں پیدا ہوگئی ہیں کہ جوایک برس میں بھی کسی دور دراز ملک کی خبرنہیں آسکتی تھی وہ اب ایک ساعت میں آسکتی ہے۔زمانہ میں ایک ایسا انقلاب عظیم پیدا ہو رہا ہےاور تمدنی دریا کی دھار نے ایک ایسی طرف رخ کرلیا ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ تمام قوموں کو جو دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ایک قوم بنادے اور ہزار ہا برسوں کے بچھڑے ہوؤں کو پھر باہم ملادے‘‘۔

(چشمہ معرفت۔روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۷۴ تا ۷۶)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

’’چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہےاور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدتِ اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی،یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہوگیا کیونکہ جوآخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جوتمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اورایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جوقرب قیامت کا زمانہ ہےاوراس کی تکمیل کے لئے اسی اُمت میں سے ایک نائب مقرر کیا جومسیح موعود کے نام سے موسوم ہےاوراسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔پس زمانہ محمدی کے سر پرآنحضرت ﷺ ہیں اوراس کے آخر میں مسیح موعود ہے اورضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ

وحدتِ اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (الصّف:۱۰) یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیشگوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا کیونکہ اس عالمگیر غلبہ کے لئے تین امر کا پایا جانا ضروری ہے جو کسی پہلے زمانہ میں وہ پائے نہیں گئے۔

(۱) اوّل یہ کہ پورے اور کامل طور پر مختلف قوموں کے میل ملاقات کے لئے آسانی اور سہولت کی راہیں کھل جائیں اور سفر کی ناقابل برداشت مشقتیں دور ہو جائیں۔............

(۲) دوسرا امر جو اس بات کے سمجھنے کے لئے شرط ہے کہ ایک دین دوسرے تمام دینوں پر اپنی خوبیوں کے رو سے غالب ہے یہ ہے جو دنیا کی تمام قومیں آزادی سے باہم مباحثات کر سکیں اور ہر ایک قوم اپنے مذہب کی خوبیاں دوسری قوم کے سامنے پیش کر سکے اور نیز تالیفات کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی خوبی اور دوسرے مذاہب کا نقص بیان کر سکیں اور مذہبی کشتی کے لئے دنیا کی تمام قوموں کو یہ موقعہ مل سکے کہ وہ ایک ہی میدان میں اکٹھے ہو کر ایک دوسرے پر مذہبی بحث کے حملے کریں......اور یہ مذہبی کشتی نہ ایک دو قوم میں بلکہ عالمگیر کشتی ہو......

(۳) تیسرا امر جو اس بات کو تمام دنیا پر واضح کرنے کے لئے شرط ہے کہ فلاں دین بمقابل دنیا کے تمام دینوں کے خاص طور پر خدا سے تائید یافتہ ہے......وہ یہ ہے کہ بمقابل دنیا کی تمام قوموں کے ایسے طور سے تائید الٰہی کے آسمانی نشان اس کے شامل ہوں کہ دوسرے کسی دین کے شامل حال نہ ہوں......اور دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی مذہب نشان آسمانی میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے باوجود اس بات کے کہ کوئی حصہ آبادی دنیا کا اس دعوت مقابلہ سے بے خبر نہ ہو''۔ (چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۹۰ تا ۹۴)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اب دنیا میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ تمام دنیا کے مذاہب کی دین اور روحانیت کے میدان میں کشتی ممکن ہو گئی ہے۔ تمام اقوام اپنے نمائندوں کو ایک جگہ جمع کر کے دوسرے مذاہب سے مقابلہ کر سکتے ہیں اور چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دین کے میدان میں سب دنیا کے مذاہب کو پکارا، یہ مقابلہ آپؑ کے زمانہ میں شروع ہو گیا گذشتہ جلسہ سالانہ کے موقع پر مختلف دعوت ہائے فیصلہ میں نے بھی دنیا کے سامنے رکھی تھیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی سفر یورپ کی تو میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہاں کے ملکوں میں جو عیسائی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ان دعوت ہائے فیصلہ کو دہراؤں اور امن اور صلح کی فضا میں اسلام کے مقابلہ میں انہیں دعوت دوں کہ اپنی حقانیت کو (اگر وہ اپنے مذاہب کو حق سمجھتے ہیں) ثابت کریں اور میں اپنے ربّ سے امید رکھتا ہوں کہ اگر وہ میدان فیصلہ میں آئے تو اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ دنیا کے سامنے انہیں اپنی شکست کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تو آٹھواں مقصد ساری دنیا کی اقوام کو وحدت کے سلسلہ میں منسلک کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کا وعدہ دیا ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ اس مقصد کے حصول کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور اس کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ پر بڑی ہی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جن کی طرف مجھے اور آپ سب کو توجہ دینی چاہیئے۔

تو آٹھواں مقصد مَثَابَةً میں بیان ہوا ہے اور ظاہر ہے یہ مقصد سوائے آنحضرت ﷺ کے کسی اور کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ کسی اور نبی کو ایسی شریعت نہیں دی گئی جو مختص القوم نہ ہو جس کا تعلق صرف اس کی قوم اور اس کے زمانہ کے ساتھ نہ ہو۔ صرف آنحضرت ﷺ کی ذات ہے جن کو ایک ایسی شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی جو انسان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والی اور جس کا تعلق دنیا کی ہر قوم اور قیامت تک کے ہر زمانہ کے ساتھ ہے۔ اور وہ وعدے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے وہ اپنے وقت پر پورے ہوتے رہے ہیں۔ یہ وعدہ جو ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کے پورا ہونے کا وقت مسیح موعودؑ کا زمانہ ہے اور اس کے پورا کرنے کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نواں مقصد جس کا ان آیات میں ذکر ہے وہ اَمْنًا کے لفظ میں بیان ہوا ہے۔ مَثَابَةً میں بین الاقوامی تعلقات کے مضبوط بنیادوں پر مستحکم ہونے کا ذکر تھا اور بین الاقوامی رشتۂ اخوت کے استحکام کے لئے یہ ضروری ہے کہ بین الاقوامی امن کے قیام اور قوموں کے باہمی تعلقات میں تسکین قلب کے سامان پیدا کئے جائیں اور ذرائع مہیا کئے جائیں۔ وعدہ یہ دیا گیا تھا کہ مَثَابَةً کا وعدہ بھی پورا ہوگا اور اس کے لئے جو ضروری چیز ہے کہ بین الاقوامی امن کا ماحول پیدا کیا جائے وہ وعدہ بھی پورا ہوگا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دنیا کو جو شریعت دی جائے گی اس میں بین الاقوامی امن کے قیام کی تعلیم دی جائے گی اور وعدہ دیا گیا تھا کہ حقیقی امن دنیا کو صرف اس تعلیم پر عمل کرنے سے مل سکتا ہے جو تعلیم کہ مکہ سے مبعوث ہونے والا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے سامنے پیش کرے گا کیونکہ اس آخری شریعت میں تمام فطری قوتوں اور استعدادوں کی صحیح نشوونما کے سامان رکھے جائیں گے اور انسانی عقل ان ہدایات سے تسلی پائے گی اور اس کا دل اطمینان حاصل کرے گا۔

امن عالم کے قیام کے متعلق جو تعلیم قرآن کریم میں پائی جاتی ہے وہ بڑی مفصل ہے اور اس وقت میں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ اس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' اور نظام نو'' میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ ان کتب میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا ہے کہ پانچ بنیادی باتیں امن عالم کے قیام کے لئے قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں، جب تک ان اصولوں پر دنیا عمل نہیں کرے گی دنیا کی کوئی بین الاقوامی تنظیم کامیاب نہیں ہوگی۔ پہلے لیگ آف نیشنز ناکام ہوئی پھر اب جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں یو۔این۔او ناکامی کی طرف جا رہی ہے اور اس کی بڑی وجہ یا یوں کہنا چاہئے کہ ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم نے بین الاقوامی امن کے قیام کے لئے دنیا کو جو تعلیم دی تھی یہ لوگ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے اور اس کو نہیں اپنایا ان اصولوں کو ٹھکرانے کے نتیجہ میں وہ ناکامیوں کے منہ دیکھتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے کہ صرف بین الاقوامی معاہدہ (قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول پر) کی بجائے ایک ہی وقت میں دنیا دو قسم کے معاہدے کر لیتی ہے۔ ایک تو تعلق رکھتے ہیں تمام اقوام کے ساتھ اور ایک وہ معاہدے ہوتے ہیں جو بڑی بڑی قومیں آپس میں کر لیتی ہیں اور چونکہ دو کشتیوں میں ان کا پاؤں ہوتا ہے اس لئے وہ ناکام ہو جاتے ہیں۔ خود یو۔این۔او میں جو

معاہدہ ہوا اس کے اندر ہی ایک اور معاہدہ مدغم کر دیا گیا۔ بجائے اس کے یہ خالص بین الاقوامی معاہدہ ہوتا انہوں نے اس کے اندر ویٹو کو اپنا لیا یعنی بعض قوموں کو یو۔این۔او نے یہ فضیلت عطا کی کہ ان کی رائے کے بغیر بعض معاملات طے نہیں ہو سکیں گے حالانکہ جس طرح وہ قانون جو افراد پر لاگو ہوتا ہے اس میں امیر اور غریب، طاقت ور اور کمزور میں فرق نہیں کیا جا سکتا نہ کیا جانا چاہئے۔ اگر قانونی حکومت کو ملک میں رائج کرنا ہو۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بین الاقوامی معاہدات میں کسی قوم کو کسی دوسری قوم پر ترجیح نہ دی جائے۔ اگر ترجیح دی جائے گی تو وہ بین الاقوامی قانون لازماً ناکام ہو جائے گا۔

قرآن کریم نے یہ تعلیم دی تھی کہ کسی قوم کو کسی قوم پر ترجیح نہ دینا۔ انہوں نے سمجھا کہ ہم بڑے طاقت ور ہیں۔ اپنے زور سے جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ویٹو کے حقوق بعض قوموں کو دیدئے یا بعض قوموں نے اپنے لئے یہ حقوق لے لئے اور بڑی وجہ اس وقت یو۔این۔او کی ناکامی کی یہی ہے کہ انہوں نے معاہدہ کرتے وقت صرف ایک قسم کا معاہدہ نہیں کیا جو صرف بین الاقوامی حیثیت کا ہوتا بلکہ اس کے اندر انفرادی معاہدے بھی شامل کر دئے گئے۔ جو صرف بعض اقوام سے تعلق رکھتے تھے۔ دنیا کی سب اقوام سے ان کو تعلق نہیں تھا۔

قرآن کریم نے دوسری ہدایت یہ دی تھی (بین الاقوامی امن کے قیام کے متعلق) کہ جس وقت جھگڑا ہو اسی وقت فیصلہ کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ لیکن آج دنیا کا دستور اپنے ذاتی مفاد کے پیش نظر یہ بن گیا ہے کہ وہ جھگڑے کو لمبا ہونے دیتے ہیں لمبا کرتے چلے جاتے ہیں تا کہ بعض ذاتی مفاد کو حاصل کر سکیں اس طرح دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر تیسری ہدایت یہ تھی کہ بین الاقوامی معاہدہ میں علاقائی تعصب مضر ہے بلکہ مہلک ہے لیکن بین الاقوامی معاہدہ جو یو۔این۔او کی شکل میں دنیا کے سامنا آیا اس کے باوجود ان قوموں نے جو اس کی ممبر بنیں بلکہ بازو بنیں علیحدہ علیحدہ معاہدے کرنے شروع کر دئے اور جن قوموں سے ان کے ذاتی تعلقات تھے ان کے حق میں تعصب اور جنبہ داری کے طریق کو اختیار کرنا شروع کر دیا۔

پس قرآن کریم نے کہا ہے کہ بین الاقوامی امن صرف اس صورت میں قائم کیا جا سکتا ہے جب قوم قوم کے درمیان جنبہ داری کے سلوک کو اختیار نہ کیا جائے اور کوئی ایک قوم دوسری قوم کی ناجائز حمایت کرنے پر نہ تلے۔

چوتھی چیز جس کے خلاف ہے قرآن۔ مگر جس کے حق میں ہوگئی ہے یہ ظالم دنیا وہ یہ ہے کہ جب جھگڑا ہو جائے تو باہمی صلح کروانے کی بجائے بعض قوموں کو تعصب کی بنا پر سزا دینے کی تجویز کرتے ہیں اور جب اور جہاں بھی موقع ملتا ہے قوموں کے حصے بخرے کرنے شروع کر دیتے ہیں۔ جرمنی کے دو حصے کر دئے گئے کوریا اور ویٹ نام کا بھی یہی حال ہے یو۔این۔او کی موجودگی میں اور یو۔این۔او کے تمام دعاوی کے ہوتے ہوئے کہ وہ امن عالم کو قائم کرنے والی تنظیم ہے۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ میرے سایہ تلے چلو گے تو امن کو دنیا میں قائم کر سکو گے میرے سایہ سے باہر نکلو گے تو شیطانی دھوپ کی تمازت تمہیں تنگ کرے گی اور چین نہیں لینے دے گی۔

اور پانچویں تعلیم قرآن کریم نے یہ دی تھی کہ اگر بین الاقوامی امن کو قائم کرنا ہو تو پھر اس کے لئے ہر قوم کو قربانی دینی پڑے گی لیکن اب یہ حال ہے کہ بعض قومیں قربانی دیتی ہیں اور بعض انکار کر دیتی ہیں۔ تو صرف قرآن کریم کی ہی ایسی تعلیم ہے جس پر عمل کر کے دنیا میں بین الاقوامی امن قائم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' میں نتیجہ اس ساری بحث کا یہ نکالتے ہیں کہ:۔

''ان پانچوں نقائص کو دور کر دیا جائے تو قرآن کریم کی بتائی ہوئی لیگ آف نیشنز بنتی ہے اور اصل میں ایسی ہی لیگ کوئی فائدہ بھی دے سکتی ہے، نہ وہ لیگ جو اپنی ہستی کے قیام کے لئے لوگوں کی مہربانی کی نگاہوں کی جستجو میں بیٹھی رہے''۔ (احمدیت یعنی حقیقی اسلام صفحہ ۲۳۰)

پھر آپ نے ''نظام نو'' میں فرمایا:۔

''لیگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہی لیگ کامیاب ہو سکتی ہے جو قرآن شریف کی بتائی ہوئی ہدایات کے مطابق قائم ہو''۔ (نظام نو صفحہ ۸۵)

جیسا کہ میں نے بتایا ہے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ یہ کیا کہ تمام اقوام عالم کو ایک سلسلہ میں پرو دیا جائے گا بین الاقوامی وحدت کو قائم کیا جائے گا۔

پھر یہ فرمایا کہ بین الاقوامی وحدت کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ بین الاقوامی امن کی ضمانت دی جائے اور دعویٰ کیا کہ قرآن کریم کی شریعت بین الاقوامی امن کی ضمانت دیتی ہے اس شریعت کے احکام پر عمل کرو تو تمام دنیا کی اقوام میں اگر جھگڑے پیدا ہو بھی جائیں تو یہ انصاف اور عدل کے اصول پر طے ہو

جائیں گے اور امن کو کسی قسم کا دھکا نہیں لگے گا پس قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے یہ تعلیم دی جس کے نتیجہ میں دنیا میں امن قائم ہوسکتا ہے۔ چونکہ مَثَابَۃً کے مقصد کے حصول کی ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ہے اس لئے اس کی ذمہ داری بھی جماعت احمدیہ پر ہے کہ وہ دنیا میں کثرت کے ساتھ اس تعلیم کی اشاعت کرے جو قرآن کریم نے دنیا میں قوموں کے درمیان امن قائم کرنے کے لئے ہمیں دی ہے کیونکہ اگر دنیا اندھیرے میں رہے تو قیامت کے روز کہہ سکتے ہیں کہ اے خدا! ہمیں تو علم نہیں تھا جن کو علم تھا اور جن کے کندھوں پر تو نے یہ ذمہ داری رکھی تھی کہ وہ ہمیں علم دیں انہوں نے ہم تک یہ علم نہیں پہنچایا اس لئے ہمیں بے قصور قرار دے اور جن کا قصور ہے ان پر اپنے غضب کا اظہار کر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔

دسواں مقصد بیت اللہ کی تعمیر کا یہ بیان ہوا تھا۔ اِتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ مکہ کے ذریعہ بیت اللہ کے ذریعہ اور اس میں مبعوث ہونے والے عظیم الشان نبی کے طفیل اقوام عالم مقام عبودیت کا عرفان حاصل کریں گی اور اس حقیقی عبادت کی بنیاد یہاں ڈالی جائے گی جو تذلّل اور فروتنی اور انکسار کے منبع سے پھوٹتی ہے اور اس طرح قوم قوم میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ظل پیدا ہوں گے اور زمین کے خطہ خطہ پر اشاعت اسلام کے لئے مراکز قائم کئے جائیں گے جہاں عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اقرار کیا جائے گا اور اظہار کیا جائے گا اور اس عاجزی اور تذلّل کے نتیجہ میں جو محض خدا کی خوشنودی اور رضا کے حصول کے لئے اختیار کیا جائے گا وہ اقوام آسمانی برکات حاصل کریں گی اور بخشش کی مستحق ٹھہریں گی۔

تو فرمایا تھا کہ یہاں مکہ کے ذریعہ اس شریعت کے طفیل جو یہاں نازل ہوگی صلوٰۃ کو اپنے تمام معانی اور تمام شرائط کے ساتھ ادا کرنے والی اُمت پیدا ہو جائے گی جو مقام عبودیت پر مضبوطی سے قائم ہوگی۔

دراصل اس کا تعلق بھی پہلے دو مقاصد سے ہے کیونکہ آٹھواں وعدہ یہ تھا کہ تمام اقوام کو ایک اُمت مسلمہ بنا دیا جائے گا ایک قوم بنا دیا جائے گا یہ ہو نہیں سکتا جب تک امن عالم کا قیام نہ ہو تو پہلے وعدہ دیا اور پھر اس وعدہ کو قرآن کریم کی شریعت کے رنگ میں پورا کیا کہ وہ کامل تعلیمِ امن جو اقوام عالم کے درمیان امن کو قائم کرنے کے لئے تھی وہ انسان کو دی گئی اور اب دسویں مقصد میں اللہ تعالیٰ یہ بتا رہا ہے

کہ اس تعلیم پر عمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُمت محمدیہ یا موعودہ اُمت تذلّل اور عاجزی کو اختیار کرنے والی نہ ہو۔ اس واسطے کہا اِتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى اس کے بغیر تم عالمگیر امن کو دنیا میں قائم نہیں کرسکتے تو یہاں وعدہ دیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ ایک ایسی اُمت پیدا کی جائے گی جو مقام عبودیت پر مضبوطی سے قائم ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’قرآن کریم کے کامل متبعین جو اپنے مقام عبودیت کو پہچانتے ہیں اور مضبوطی سے اس پر قائم ہیں۔ وہ ہیں جو بشہود کبریائی حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلّل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت کو ذلت اور مفلسی اور ناداری اور پُر تقصیری اور خطا واری سمجھتے ہیں اور ان تمام کمالات کو جو ان کو دئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں، جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح معرض زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر وخوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اسی کی ذات کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفات الٰہیہ کے کامل شہود سے ان کے دل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلّی کھوئے جاتے ہیں اور عظمت الٰہی کا پُر جوش دریا ان کے دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزارہا طور کی نیستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خفی کے ہر یک رگ وریشہ سے بکلّی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں‘‘۔

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۴۲، ۵۴۳ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دوسری جگہ فرمایا ہے:۔

’’نماز کے اجزاء اپنے اندر ادب، خاکساری اور انکساری کا اظہار رکھتے ہیں قیام میں نمازی دست بستہ کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ ایک غلام اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے طریق ادب سے کھڑا ہوتا ہے رکوع میں انسان انکسار کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ سب سے بڑا انکسار سجدہ میں ہے جو بہت ہی عاجزی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے‘‘۔

(مرأۃ الحقائق، مجموعہ فتاوی احمدیہ جلد سوم مولوی محمد فضل صاحب چنگوی صفحہ ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہم اپنے فضل سے نبی کریم ﷺ کے متبعین میں ایک ایسی جماعت پیدا کرتے رہیں گے جو انکسار اور تذلّل اور فروتنی اور تواضع کے مقام کو مضبوطی سے پکڑے اور اس تذلّل اور انکسار کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اس امن کے قیام کے امکانات پیدا کرے گا جو اٰمَنَّا میں بیان ہوئے ہیں اور جس کی تعلیم قرآن کریم نے تفصیل سے ہمیں دی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ حقیقی عبادت (۱) محبت وایثار اور (۲) تذلّل وانکسار ہر دو کے خمیر سے پرورش پاتی ہے لیکن کبھی محبت کا پہلو نمایاں ہوتا ہے اور کبھی تذلّل اور فروتنی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ کا حسن اور اس کا احسان جلوہ فگن ہوتا ہے تو انسان کا دل اپنے ربّ کی محبت سے بھر جاتا ہے اور ایک عاشق زار کی طرح وہ اس کی ہر آواز پر لبیک کہتا ہے وہ اس کے گرد گھومتا ہے وہ نیستی کا لبادہ پہن کر اسی میں کھو جاتا ہے اور اس کے اپنے وجود پر کلیتہً ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی اس کے ربّ کی طرف سے اسے عطا ہوتی ہے۔ مگر دنیا اسے نہیں پہچانتی اور وہ اس کی کچھ پروا بھی نہیں کرتا۔

لیکن جب خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا جلوہ اس پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کا دل خوف ورجاء اور امید وبیم سے لبریز ہو جاتا ہے عظمت الٰہی اور جلال الٰہی کے اس جلوہ کے بعد اس کی اپنی کوئی بزرگی اور عظمت باقی نہیں رہتی وہ فروتنی کا جامہ پہن لیتا ہے انکسار کو اپنا شعار بناتا ہے اور تذلّل کی گرد سے غبار آلود اور اَغْبَرُ نظر آتا ہے وہ عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتا ہے اور عاجزی کے ساتھ اور خوف زدہ دل کے ساتھ لرزاں اور ترساں اپنے ربّ کے حضور جھکتا ہے اور اس کی عظمت اور جلال کا اقرار کرتا ہے اس کے جسم کا ہر ذرہ اور اس کی روح کا ہر پہلو اپنے ربّ کے خوف سے کانپ رہا ہوتا ہے اور عظمت وجلال کا یہ جلوہ اسے اس حق الیقین پر قائم کر دیتا ہے کہ اس عظمت کے مقابلہ میں سب مخلوق مردہ اور لاشئ محض ہے اور ان سے کسی بھلائی کی امید نہیں رکھی جاسکتی اور نہ وہ بذات خود اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ اگر امید وابستہ کی جاسکتی ہے تو صرف ذوالجلال والاکرام سے۔ تب خوف کے ساتھ ایک امید ورجاء بھی اس کے سینہ صافی میں پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی سب امیدوں کو اپنے ربّ سے ہی وابستہ کر لیتا ہے اور صرف اس پر توکل رکھتا ہے اور حاجت براری کے لئے صرف اس کے دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے اور اس کا دل اس یقین سے پر ہوتا ہے کہ جو کچھ ملنا ہے صرف اسی در سے ہی ملنا ہے جوتی کا ایک تسمہ ہو۔ یا دنیا جہان کی عزتیں۔

جس شخص پر عظمت وجلال کا یہ جلوہ ظاہر ہو وہ یہ نہیں کیا کرتا کہ کشوف ورؤیا کا ایک کشکول بنائے اور

قبولیت دعا کے واقعات سے اسے سجا کر دَر دَر پھرے اور دنیا والوں سے دنیا کی عزت اور احترام اور توصیف اور تحسین کی بھیک مانگے اور دنیا کی نگاہوں میں اپنے لئے کسی احترام کا متلاشی ہو ایک مردہ سے اسے کیا لینا ہے؟ اور ایک لاشہ نے اسے کیا دینا ہے؟ جس کی عظمت اور جلال کے خوف نے اور جس کی بے پایاں رحمت کی امید نے جس در کا فقیر اسے بنا دیا وہ اسی در پر دھونی رمائے امید و بیم کے درمیان زندگی کے دن پورے کر دیتا ہے، تب اس کا ربّ اس سے راضی ہوتا ہے اور محبت سے اپنی گود میں اسے بٹھا لیتا ہے اور دنیا اور آخرت کی جنتیں اسے مل جاتی ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایک ایسی اُمت کے معرضِ وجود میں آنے کی بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی تھی اور خدا کی قسم اس نے اپنے وعدہ کو پورا کر دکھایا۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۸؍مئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ تا ۵)

☆......☆......☆